بحث و نظر

قمری ماہ و ایام میں عالمی وحدت و یکسانیت

ایک نقطۂ نظر

مولانا کبیر الدین فوزان

سہ ماہی مجلہ "تحقیقات اسلامی" علی گڑھ جلد ۲۰ شمارہ ۳ میں ایک مقالہ بعنوان "تمام اقطاع عالم میں عیدالاضحیٰ حج کے ایام معدودات کی متابعت و مطابقت میں منائی جانی چاہیئے" شائع ہوا ہے۔ مقالہ کا مقصد جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے بقول مقالہ نگار یہ ہے کہ۔ اگر ساری دنیا کے مسلمان اس امر پر (کہ ایام التشریق کے ایام معدودات کا اطلاق سارے اقطاع عالم پر ہوتا ہے اس لئے مقامی رؤیت کی تاریخ کو ترک کرکے مکہ کی رؤیت کی متابعت و مطابقت پر) متفق ہو جائیں تو یورپ و ایشیا اور افریقہ کے کروڑوں مسلمانوں اور اقطاع عالم کے لاکھوں زائرین حج کے ساتھ کم از کم عیدالاضحیٰ کی حد تک .... ساری ملت اسلامیہ میں وحدت و یکسانیت اور عمل میں یکسوئی کا ایک خوشگوار اور اثر انگیز مظاہرہ ہوگا۔

بلاشبہ عیدین میں وحدت و یکسانیت پیدا ہونے سے مسلمانوں کے باہمی اتحاد کو تقویت ملے گی اس لئے اس عظیم اور نیک مقصد کی صورت نکالی جانی چاہیئے۔ فاضل مقالہ نگار ڈاکٹر سید [illegible] الدین قادری صاحب نے اس مقالے کے ذریعہ ایسی ہی ایک صورت نکالنے کی کوشش [illegible] کی ہے۔ راقم الحروف بھی مقالہ کے مقصد یعنی عید الاضحیٰ و عید الفطر کی ادائیگی میں وحدت و یکسانیت سے بھرپور اتفاق رکھتا ہے بلکہ اسے ضروری سمجھتا ہے۔ البتہ اس کے لئے راقم کی دو تجویزیں ہیں۔

(۱) اول یہ کہ کسی بھی قمری مہینے کی تحدید و تعیین یا ابتدا و انتہا معلوم کرنے کے لئے اب صرف رؤیت بصری پر انحصار نہ کیا جائے بلکہ فلکی حساب کو بھی ایک قابل اعتماد ذریعہ مان لینا چاہیئے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ۱ الخ کہ ہم ایک ناخواندہ قوم ہیں ہم نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ مہینہ کا حساب کرنا جانتے ہیں مہینہ ایسا

اور ایسا ہے یعنی ۲۹ دن کا ہے یا ۳۰ دن کا۔

اس حدیث میں حضورؐ نے فلکی حساب پر اعتماد نہ کرنے کی یہ علت بتائی ہے کہ ہم عرب ناخواندہ ہیں اچھی طرح نہ حساب کرنا جانتے ہیں اور نہ لکھنا پڑھنا۔ اس توجیہ سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر اچھی طرح حساب وکتاب جاننے والے اور فلکیاتی وجغرافیائی امور سے واقف ہوتے تو ان کے لئے بھی "رؤیت بصری" کے علاوہ ایک دوسرے ذریعہ کی حیثیت سے "فلکی حساب" پر اعتماد کرنا ممکن اور روا ہوتا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ امت مسلمہ جس وقت علمی ترقی کرے گی اور فلکی حساب اچھی طرح جاننے لگے گی اس وقت قمری مہینے کی ابتدا معلوم کرنے کے لئے فلکی حساب کو اختیار اور اس پر اعتماد کر سکتی ہے۔ الحمدللہ آج امت مسلمہ میں بہت سے افراد کو فلکی حساب کی علمی اور نہایت صحیح جانکاری حاصل ہو گئی ہے اس لئے "رؤیت بصری" کے پہلو بہ پہلو رؤیت علمی (فلکی حساب) پر اعتماد کرنے کا جواز واضح ہے۔

"رؤیت" دراصل قمری مہینے کی ابتدا جاننے کا صرف ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے نہ کہ فرضیت صوم اور صلوٰۃ عیدین کے لئے علت اور لازمی شرط۔ رمضان، شوال اور ذی الحجہ کے مہینے روزہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ (و حج) کے اسباب اور اوقات ہیں جن کی تحدید وتعیین ہلال کے ذریعہ ہوتی ہے اس لئے ہلال وقت (یعنی رمضان، شوال، ذی الحجہ) کے شروع اور ختم ہونے کی صرف علامت ہے نہ کہ خود سبب اور وقت ہے اور علامت وقت کے وجود اور ثبوت کا علم "رؤیت بصری" اور "فلکی حساب" دونوں سے ہو سکتا ہے۔

علامت وقت کا ہمیشہ اور ہر حال میں آنکھ سے دیکھنا ضروری نہیں ہے بلکہ کسی قابل اعتماد ذریعہ سے اس کے وجود کا علم ہو جانا کافی ہے۔ جیسا کہ "طلوع صبح صادق"، "غروب آفتاب"، "دلوک شمس" اور سایوں کی لمبائی اور "غسق اللیل" کو جو علامات وقت ہیں آنکھوں سے دیکھنے کے بجائے دوسرے ذرائع مثلاً زمینی گردش اور فلکی حساب کی بنیاد پر قبل از وقت تیار کردہ ٹائم ٹیبل اور گھڑی سے جان لینا سحر وافطار اور نماز پنجگانہ ادا کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور روزہ نماز کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ۲۹ تاریخ کو ہلال کی رؤیت بصری لغو ہو جاتی ہے کیونکہ فلکی حساب اور فطرت کے اٹل کائناتی قانون اور صدیوں کے تجربات کی رو سے ۳۰ کو چاند ہونا لازم ہے۔ علامت وقت کا آنکھ سے دیکھنا رؤیت بصری کا تو کیا معنی اگر کسی سے علامتوں کا وجود ہی نہ ہو جنہیں دیکھنا ممکن ہو تب بھی روزہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا وجوب ہو جائے گا کیونکہ اصل سبب وقت ہے اور فقدان علامت سے فقدان وقت نہیں ہو جاتا جیسا کہ منطقہ قطبی میں علامات وقت مفقود ہونے کے باوجود اندازہ کے ذریعہ روزہ اور نماز

واجب ہے ؛

آج ترقی یافتہ آلات رصدیہ کے ذریعہ اور زمین اور چاند کی حرکت و رفتار کا حساب لگا کر علمائے فلکیات کے لئے قبل از وقت صحیح طور پر یہ بتا دینا آسان ہے کہ ثبوتِ ہلال دنیا کے کس حصہ میں کتنے منٹ پر ہوگا۔

حاصل یہ کہ جدید سائنسی ذرائع و وسائل اور فلکی حساب پر اعتماد کرنے سے قمری مہینوں کی ابتدا اور قمری تاریخ میں مسلمانوں کے درمیان ہر سال واقع ہونے والا اختلاف آسانی سے ختم ہو سکتا ہے۔ اس لئے علماءِ دین اور مسلمانوں کو فلکی حساب کے نتائج کو حقائق کی حیثیت سے مان لینا چاہیے اور قمری مہینوں کی آمد سے پہلے ہی اس کی ابتدا کی تعیین میں فلکی حساب پر اعتماد کرنا چاہیے۔ کیونکہ قرآن کریم فلکی حساب پر اعتماد کرنے سے منع نہیں کرتا ہے بلکہ چاند اور سورج کی تخلیق کی غرض و غایت بھی یہ بتاتا ہے کہ اس کے ذریعہ انسان مہینوں اور سالوں کا حساب اور شمار کرے۔

نصِ قرآنی سے مہینوں کی تعداد بارہ ثابت ہے قرآن کہتا ہے " اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ عِنْدَ اللہِ اثْنَا عَشَرَ شَھْرًا " (بیشک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ہے) رؤیت بصری کی بجائے فلکی حساب پر بھی اعتماد کرنے سے قمری مہینوں کی تعداد میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوگی۔ اسی طرح قمری مہینے ۲۹ یا ۳۰ دنوں کے ہوتے ہیں۔ فلکی حساب پر اعتماد کرنے سے کبھی کوئی مہینہ ۲۸ یا ۳۱ دن کا نہیں ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ جو کام قدیم ذریعہ رؤیت بصری سے گڑبڑی اور اختلاف کے ساتھ انجام پاتا ہے وہی کام جدید ذریعہ فلکی حساب سے بحسن و خوبی انجام پا سکتا ہے۔ اس لئے اب قمری ماہ و سال کی تحدید و تعیین کیلئے صرف رؤیت بصری کو واحد ذریعہ قرار دینے پر اصرار کرنا میرے ناقص خیال میں غلط ہے۔

(۲) دوسرا مسئلہ اختلاف مطلع کا ہے۔ اس سلسلہ میں میری حقیر رائے اور ناقص تجویز یہ ہے کہ دنیا میں بے شمار مطالع کا اعتبار کرنے کے بجائے صرف دو مطلع مانا جائے۔ چونکہ قمری مہینہ اور قمری تاریخ کی ابتدا دن کے بجائے رات سے ہوتی ہے۔ کیونکہ وجود کے لحاظ سے دن کے مقابلہ میں رات کو تقدم حاصل ہے اس لئے "بلاد قریبہ" و "بلاد بعیدہ" کے درمیان تفریق اور قرب و بعد کا معیار ثبوت ہلال والی چاند رات کو قرار دینا چاہیے۔ مطلب یہ کہ مغرب میں واقع جس ملک میں فلکی حساب سے چاند ہونا متعین ہو تو اس سے مشرق میں واقع وہ تمام ممالک جہاں ابھی صبح نہیں ہوئی ہو اور جزوی طور پر اس چاند رات میں شریک ہیں ان سب کو "بلاد قریبہ" اور ہم مطلع قرار دیا جائے اور اس ثبوت ہلال والی رات کو سب کے لئے نئے مہینے کی پہلی رات مان لی جائے۔ اور جن مشرقی ملکوں

میں صبح ہو چکی ہوان کو، بلا دبعیدہ، قرار دیکر دوسرے مطلع میں داخل مانا جائے۔ اس صورت میں دونوں ان ممالک والوں کے لئے نئے مہینہ کا پہلا دن ہونے کی بجائے گذشتہ ماہ کا آخری دن شمار ہوگا یعنی مغرب کے بعد سورج ڈوبنے پر نیا مہینہ شروع ہوگا۔

روزہ اور عیدین میں وحدت و یکسانیت کی ضرورت و مصلحت کے پیش نظر کرۂ ارضی کو شرقاً و غرباً صرف دو مطلعوں میں تقسیم کر دیا جائے جیسا کہ ابھی صفر ڈگری طول البلد (گرین وچ) اور ۱۸۰ ڈگری طول البلد کے ذریعہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ مذکورہ دونوں خطوط طول البلد دن رات (۲۴ گھنٹوں) میں ایک بار مشرق اور ایک بار مغرب بنتے ہیں۔ یعنی سورج کے طلوع و غروب کے لحاظ سے روئے زمین پر دو مشرق اور دو مغرب ہوتے ہیں۔ علمائے فلکیات اور ماہرین جغرافیہ نے کرۂ ارضی کی یہ تقسیم کر کے کس طرح "رب المشرقین و رب المغربین" کے مفہوم اور حقیقت کو واضح کر دیا ہے؟ اسی پر شمسی کیلنڈر کا دارومدار ہے۔ کیا اس آیت میں ہجری تقویم اور قمری تاریخ کے دلدادہ مسلمانوں کے لئے یہ سبق نہیں ہے کہ وہ بھی بے شمار قمری مطالع کی بجائے صرف دو مطلعوں میں تقسیم کر کے "رب المطلعین" کی عبادات کی ادائیگی میں امت واحدہ اور ملت واحدہ ہونے کا ثبوت دیں؟

یہ بات تو سبھی جانتے ہیں کہ سورج کے مشارق اور مغارب مختلف ہیں۔ زمین کی گولائی اور محوری گردش کے سبب پوری دنیا میں نہ بیک وقت صبح ہو سکتی ہے نہ شام، نہ رات اور نہ دن اسی طرح چاند کے مطالع بھی مختلف ہیں۔ یعنی بیک وقت پوری دنیا میں رؤیت ہلال (ثبوت) نہیں ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ اسلامی عبادات کے لئے مخصوص زمان و مکان کی قید ہے۔ جن میں سے کچھ اوقات کی تحدید و تعیین سورج کے طلوع و غروب اور اس کے سایہ کے پھیلنے اور سمٹنے سے متعلق ہے اور کچھ اوقات کی تحدید و تعیین چاند کے ذریعہ کی گئی ہے۔ پنجوقتہ، جمعہ اور عیدین کی نمازوں اور افطار و سحر اور وقوف عرفہ وغیرہ کے اوقات شمسی مظاہر سے متعلق ہیں اور فریضۂ صوم و حج اور زکوٰۃ کے اوقات (یعنی رمضان، شہر حج اور حولان حول) قمری مظاہر سے متعلق ہیں۔

سورج کے مشارق و مغارب (مطالع) کا اختلاف شرعاً معتبر ہے اس لئے اس سے متعلقہ عبادات کی ادائیگی میں اختلاف اوقات لازماً باقی رہے گا۔ اس میں وحدت و یکسانیت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے ہر ملک کے باشندے اپنے اپنے مقامی وقت کے مطابق فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، جمعہ اور عیدین کی نمازیں ادا کرنے اور افطار و سحر کے پابند اور مکلف ہیں۔ اس کے برخلاف مطلع ہلال کا معاملہ یہ ہے کہ کسی ایک (اسلامی) ملک میں ثبوت ہلال کا ہو جانا معاملہ

تو اختلاف مطلع کے باوجود ان تمام مشرقی ملکوں میں بھی نئے قمری مہینہ کا آغاز مان لینے میں کوئی دینی قباحت نہیں ہے جو ثبوت ہلال والے مغربی ملک کی چاند رات میں جزوی طور پر شریک ہوں۔ ہر ملک رؤیت ہلال یا ثبوت ہلال ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ ‹فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ› میں وارد لفظ ‹شَهِدَ› کے معنی مفسرین نے ‹حَضَرَ›، ‹وَجَدَ› اور ‹عَلِمَ› بتائے ہیں اور اس میں ‹مِنْكُمْ› عدم تخصیص یعنی تعمیم کے لئے ہے۔

البتہ جو ممالک ثبوت ہلال والے ملک کی چاند رات میں جزوی طور پر بھی شریک نہ ہوں بلکہ وہاں صبح ہو چکی ہو تو وہاں کا وہ دن گذشتہ قمری مہینہ کا آخری دن شمار ہوگا یعنی ۲۴ گھنٹہ کے بعد وہاں نیا قمری مہینہ شروع ہوگا۔ کیونکہ حدیث ‹صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته› میں خطاب عمومی ہے اس لئے اہل مغرب کی رؤیت کو ماننا اہل مشرق کے لئے ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ نئے قمری مہینوں (رمضان، شوال، ذی الحجہ وغیرہ) کے ایک ساتھ شروع کرنے میں مطلع قمر کے اختلاف کا اعتبار اور لحاظ ضروری نہیں ہے۔ اس طرح قمری تاریخ اور ‹ایام مسعودات› (مثلاً یوم النحر ایام تشریق وغیرہ) اور ‹ایام معلومات› میں وحدت و یکسانیت پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر پوری دنیا کو صرف دو مطلعوں میں تقسیم کر دیا جائے تو قمری تاریخ میں وحدت و یکسانیت کی صورت نکل آئے گی زیادہ سے زیادہ ۱۲ گھنٹہ کا تقدم و تاخر ہوگا جو ناگزیر ہے اور ایسا شمسی کیلنڈر اور تاریخ میں بھی ہو رہا ہے جیسا کہ بین الاقوامی خط تاریخ (۱۸۰ ڈگری طول البلد) عبور کرنے والوں کو تاریخ ملانے کے لئے گھڑی میں ۲۴ گھنٹہ آگے یا پیچھے کرنا پڑتا ہے۔

قمری مہینے کی ابتدا کو صرف رؤیت بصری پر موقوف قرار دینے اور اختلاف مطلع کے اعتبار کرنے کے نتیجے میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی صرف ۸ گھنٹہ طول البلد کے فاصلے پر واقع مغربی ملک میں ماہ رمضان کے ۱۲ سے ۲۴ گھنٹے گذر جاتے ہیں پھر بھی مشرقی ملک میں ماہ رمضان داخل نہیں ہو پاتا۔ یہ نتیجہ ہے شمس و قمر کے وظائف کو نہ سمجھنے یا سمجھ کر گڈمڈ کر دینے کا۔

سمجھایا جاتا ہے کہ جس طرح نماز ظہر ایک طول البلد کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے میں ادا کی جاتی ہے مثلاً پاکستان والوں کے ادا کرنے کے ۱/۲ ۲۳ گھنٹہ کے بعد (دوسرے دن) ہندوستان والے نماز ظہر پڑھتے ہیں کیونکہ ساری دنیا میں ظہر کا وقت ایک ساتھ نہیں پایا جاتا، اسی طرح قمری مہینہ بھی ایک ملک سے دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے میں داخل ہوتا ہے اور دھیرے دھیرے ۲۴ گھنٹوں کے بعد پوری دنیا پر محیط ہوتا ہے۔ اس بات پر غور نہیں کیا جاتا ہے کہ ظہر کا وقت ایک طول البلد

سے نکل جاتا ہے تب دوسرے میں داخل ہوتا ہے۔ برخلاف کسی قمری مہینے کے کہ ایک طول البلد (یا مطلع) سے نکلے بغیر دوسرے تیسرے اور چوتھے میں داخل ہوتا ہے۔

وجہ فرق صاف ظاہر ہے کہ وقت ظہر کی تعیین و تحدید کا تعلق سورج سے ہے جس کے اطراف زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گردش کرتی ہے جبکہ قمری مہینہ کی تعیین کا تعلق چاند سے ہے جو زمین کے تابع ہے اور زمین کے اطراف اپنی مداری گردش ۲۷ دن ۷ گھنٹہ ۴۳ منٹ اور ۱۲ سکنڈ میں مکمل کرتا ہے اور ۲۹ دن ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ اور ۲.۹ سکنڈ کا مہینہ بناتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نمازوں کے اوقات اسی طرح سحری اور افطار کے اوقات کی تعیین کا تعلق سورج یا زمین سے ہے جس کی روزانہ گردش (محوری گردش) سے رات دن اور صبح و شام ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف ہم چاند سے مہینوں کی ابتدا اور تعیین کرتے ہیں جو اپنا دور ۲۹ یا ۳۰ دنوں میں پورا کرتا ہے مثلاً ظہر کی نماز کا وقت ہندوستان میں یہاں کے مقامی یا معیاری وقت کے مطابق اگر ½۱ بجے سے ۳ بجے تک رہتا ہے تو ظاہر ہے کہ انڈونیشیا سے مراکش تک کے مسلمان اس ہندوستانی وقت کے ابتدائی یا درمیانی حتیٰ کہ آخری حصہ کو بھی نہیں پا سکتے ہیں اور نہ اس میں شریک ہو سکتے ہیں، اس کے برخلاف کسی مہینہ کو جو ۲۹ یا ۳۰ دنوں پر محیط ہوتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ ۱۲ گھنٹوں کے تقدم و تأخر سے ساری دنیا کے لوگ پالیتے ہیں اور اس میں شریک ہوتے ہیں۔ مثلاً ۲۹ شعبان جمعہ کو بنگلہ دیش میں سورج ۶ بجے غروب ہوا اور ۷ بجے تک چاند دکھائی نہیں دیا مگر تین گھنٹہ کے بعد مکہ ریڈیو اعلان کرتا ہے کہ ابھی ابھی سعودی عربیہ میں ہلال رمضان دیکھا گیا۔ تو دنیا کا کون شخص ہے جو اس ہلال کو ہلال رمضان ماننے سے انکار کر سکتا ہے؟ صرف اس بنا پر کہ ہندوستان یا بنگلہ دیش میں یہ ہلال دیکھا نہیں گیا۔ یقیناً یہ ہلال نو۔ ہلال رمضان ہے اور اس رات کے بعد آنے والا دن سارے ممالک کے لئے سنیچر ہی کا دن ہے۔ اس سنیچر کے دن کو تمام مسلمانوں کے لئے روزے کا پہلا دن قرار دینے میں کیا رکاوٹ یا مانع ہے؟

بس فرق صرف اتنا سا ہے کہ یہ سنیچر کا دن ہندوستان یا بنگلہ دیش والوں کے یہاں چند گھنٹہ پہلے شروع ہوتا ہے اور اہل عرب کے یہاں چند گھنٹے بعد۔ کیونکہ اس کا تعلق سورج سے ہے مگر ہلال نو کے سبب جو ماہ رمضان سنیچر کی رات سے شروع ہوا ہے اس پورے مہینہ کو چند گھنٹوں کے فرق کے ساتھ سارے مسلمان ایک ساتھ پالیتے ہیں یا اس میں شریک ہو جاتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ سعودی عرب میں ماہ رمضان گذر جاتا ہے تب مراکش میں شروع ہوتا ہے یا وہ دن سنیچر کی بجائے اتوار بن جاتا ہے۔

ایک دن میں دو مہینے یا دو تاریخیں جمع نہیں ہو سکتیں یعنی سنیچر کو بہ یک وقت ماہ شعبان

کی ۱۰ اور ماہ رمضان کی پہلی تاریخ قرار دینا مضحکہ خیز بات ہے۔

اس لئے چاند سے ماہ شماری کا کام لیا جائے اور سورج سے اوقات شماری کا۔ سورج کیلئے قرآن نے روزانہ دو مشرق اور دو مغرب مانا ہے اس لئے چاند کے اعتبار سے مطلع بھی صرف دو قرار دئے جائیں۔ اس طرح مہینے کی ابتدا یا ایام معلومات و ایام معدودات کی تحدید میں زیادہ سے زیادہ ۲ گھنٹے کا تقدم و تاخر ہو سکتا ہے۔ اور اس کی ابتدا کے لئے رؤیت بصری کو لازم قرار نہ دیا جائے۔

مدیر محترم نے مقالہ کے شروع میں اپنا نوٹ لکھا ہے اور فاضل مقالہ نگار کے خط کے حوالے سے علماء جامعہ ازہر کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے۔ سارے کرۂ ارض پر عیدین کی نمازیں ایک ہی دن ہوں۔ اور نوٹ کے آخر میں تحریر فرمایا ہے۔

موصوف مقالہ نگار چاہتے ہیں کہ علماء دین اور ماہرین فن ان کی رائے کا تنقیدی جائزہ لیں اور اپنے خیالات سے استفادہ کا موقع فراہم کریں۔ تحقیقات اسلامی میں اس کی اشاعت اسی غرض سے ہو رہی ہے۔ ہمیں اہل علم کی رایوں کا انتظار رہیگا۔

راقم الحروف کو معلوم نہیں ہے کہ اب تک کسی نے اس مقالہ میں پیش کردہ رائے اور تجویز پر اظہار خیال کیا ہے یا نہیں۔ جیسا کہ شروع میں عرض کیا جا چکا ہے کہ راقم الحروف کے خیال میں صرف عید الاضحیٰ ہی نہیں بلکہ پہلے دن میں وحدت و یکسانیت ہونی چاہیئے۔ علماء جامعۂ ازہر کے مذکورہ بالا فتویٰ سے راقم الحروف کو مکمل اتفاق ہے۔

فاضل مقالہ نگار محترم قبلہ معین الدین صاحب قادری کے اس علمی مقالہ کا تنقیدی جائزہ لینے کے لئے متعدد اور مختلف علوم میں جس مہارت اور تبحر کی ضرورت ہے راقم الحروف کو اس سے اپنی تہی دامنی کا پورا احساس اور اعتراف ہے۔ موصوف نے اپنے مقالہ میں پیش کردہ رائے اور تجویز کو فتویٰ قرار نہیں دیا ہے بلکہ عید الاضحیٰ ساری دنیا میں ایک ہی دن کیسے ہو؟ اس کی ایک نئی صورت نکالنے کی پر خلوص کوشش کی ہے اسی کا نام اجتہاد ہے جس کے غلط ہونے پر بھی مجتہد کو ثواب ملتا ہے۔ یکساں عالمی قمری کیلنڈر کی تیاری اور عیدین اور ماہ صیام کے پہلے دن میں وحدت و یکسانیت لانا اور تمام دنیا کے مسلمانوں سے منوانا آسان نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایک فرد کے بس کی بات ہے۔ البتہ اسی قسم کی علمی و تحقیقی بحثوں سے راستہ ضرور ہموار ہوتا جائے گا اور انشاء اللہ جلد یا بہ دیر یہ مسئلہ اجتماعی اجتہاد سے حل بھی ہو جائیگا اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اس موضوع پر غور و فکر اور مطالعہ کرنے والے لوگ خلوص کے ساتھ اپنے اپنے نتائج فکر اور نقطہ ہائے نظر پیش کرنے کے علاوہ دوسروں کے نقطہ نظر کو بھی ہمدردی اور سنجیدگی

سے سمجھنے اور جاننے کے لئے ذہن کو کھلا رکھیں اور ہو سکے تو سیمیناروں کے ذریعے صحیح اور متفقہ رائے پر پہونچنے کی کوشش کوشش کریں۔

زیر نظر مقالہ میں چند باتیں جو راقم الحروف کے ناقص خیال میں فقہی لحاظ سے محل نظر ہیں، فاضل مقالہ نگار محترم قادری صاحب سے بہت بہت معذرت کے ساتھ ذیل میں عرض کی جاتی ہیں۔

۱ الف: مقالہ میں یوم العرفہ، یوم النحر اور تشریق کے ایام ثلثہ یعنی پانچ ایام کو "ایام معدودات" اور ایام معلومات" کے مصداق اور مشارٌ الیہ قرار دیا گیا ہے تین حوالے درج ہیں۔

"صیام کے لئے پورا ماہ رمضان "ایام معدودات قرار دیا گیا ہے اور حج کے لئے ذوالحجہ کے یوم العرفہ یوم النحر اور ایام تشریق کو "ایام معدودات" کہا گیا ہے"۔ (ص۳) "اس طرح یوم العرفہ، یوم النحر اور ایام تشریق آپؐ ہی کے مقرر کردہ ہیں ..... یہ ایام معدودات شارعؑ کے متعین فرمادینے کے بعد شریعت محمدیؐ کا جزء لاینفک بن چکے ہیں"۔ (ص۱۲) "یہ معدودے چند ایام جو کہ ہمیں کو معلوم ہیں وہ مشتمل ہیں یوم العرفہ، یوم النحر اور ایام تشریق پر یہی وہ مقدس ایام ہیں جو "ایام معدودات" اور "ایام معلومات" کے مشارٌ الیہ ہیں"۔ (ص۳)

سورۂ بقرۂ آیت ۲۰۳ میں "ایام معدودات" اور سورۂ حج آیت ۲۸ میں "ایام معلومات" کے الفاظ آئے ہیں مذکورہ دونوں آیات قرآنی احکام حج سے متعلق ہیں یہ ایام کون سے ہیں؟ کیا "معدودات" بعینہ "معلومات" ہیں یا دونوں کی مراد الگ اور مختلف ہے اس بارے میں مفسرین اور فقہاء کی آراء یہ ہیں

(۱) ایام معدودات۔ تشریق کے تین ایام ہیں جو یوم النحر کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

(۲) ایام معدودات۔ چار ہیں ایک یوم نحر اور اس کے بعد تشریق کے تین ایام۔ لیکن امام قرطبیؒ یوم نحر کو ایام معدودات میں ہونا تسلیم نہیں کرتے ہیں۔

(۳) ایام معلومات۔ قربانی کے تین ایام ہیں اضحیٰ اور اس کے بعد دو یوم یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ

(۴) ایام معلومات۔ ذی الحجہ کے یکم سے لے کر یوم النحر تک کے دس دن،

غرض یہ کہ جمہور فقہاء کی یہی رائے ہے کہ "ایام معدودات" تشریق کے ایام ثلثہ ہیں نہ کہ یوم النحر اور "ایام معلومات" ذی الحجہ کا پورا عشرۂ اولیٰ ہے جس میں یوم نحر شامل ہے نہ کہ ایام تشریق۔

مگر ایام معلومات سے صرف ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن مراد لینا محل نظر ہے کیونکہ لفظ

"ایام معلومات" کہہ کر متصف کہا گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ اسلام سے قبل "کو" اہل عرب کے نزدیک معروف تھے اس لئے یہ حج کے تمام ایام ہیں نہ کہ صرف ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن۔ چنانچہ "اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ" میں حج کے مہینوں کو بھی "معلومات" کی صفت سے متصف کیا گیا ہے۔

ب: مقالہ نگار کے خیال میں کم از کم ماہ ذی الحجہ کی ابتدا صرف مکہ کی رؤیت پر اور چشم دید پر موقوف اور منحصر ہے اور مکہ کی امارت شرعیہ ہی مکہ کی رؤیت پر ایام حج کا تعین کر سکتی ہے۔ اسی میں اسوۂ ابراہیمی اور شریعت محمدیؐ کی متابعت ہے۔ اور دنیا کے کسی دوسرے ملک اور شہر کی رؤیت یا امارت شرعیہ کے فیصلے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ سب کو مقامی رؤیت اور مقامی تاریخ ترک کرکے اُمُّ القُریٰ کی رؤیت اور تاریخ کو اپنانا چاہیئے۔ البتہ ذی الحجہ کے علاوہ دوسرے قمری مہینے کی ابتدا مقامی رؤیت پر ہوا کرے گی۔

موصوف کے خیال میں عیدالفطر مقامی اہمیت کی حامل ہے اس لئے مقامی رؤیت ہلال پر موقوف ہے اور عیدالاضحیٰ عالمگیر نوعیت کی ہے اس لئے صرف مکہ کی رؤیت پر منائی جائے۔ چند اقتباسات درج ہیں۔

"ایام معدودات اُمُّ القُریٰ کی رؤیت ہلال پر منحصر و موقوف ہیں" (ص۵۸)

"چونکہ حج کا محل وقوع اُمُّ القُریٰ کی ارض پاک ہے اس لئے حج کے ایام بھی فطری طور پر حجاز ہی کی رؤیت پر موقوف ہوں گے" (ص۶۱)

"اسوہ ابراہیمی اور شریعت محمدیؐ کی متابعت میں مکہ کی موجودہ امارت شرعیہ ہی اس امر کی مجاز ہوگی کہ وہ مکہ کی رؤیت ہلال کی روشنی میں ایام حج کا تعین کرے"۔ (ص۶۲)

"مقامی رؤیت پر مکہ کی رؤیت ہلال کو مرجح قرار دینا پڑے گا عیدالاضحیٰ کی حد تک مکہ کی رؤیت کو سارے عالم کے لئے مرکزی اہمیت دینے میں کوئی فقہی اصول تو غالباً مانع نہیں ہے"۔ (ص۶۳)

"مقامی رؤیت کی تاریخیں علی حالہ رہیں گی صرف عید کی عبادات ان پر موقوف رکھنے کی بجائے اس عید کی حد تک اُمُّ القُریٰ کی رؤیت ہلال کو بنیاد بنایا جائے" (ص۳۶)

"لہٰذا اس مسئلہ میں قطعی طور پر دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ ماہ صیام اور عید الفطر دونوں ہی مقامی رؤیت ہلال پر موقوف ہیں" (ص۵۰)

"ایام حج کا تعین قطعی طور پر رؤیت ہلال پر منحصر ہے.... ہمیں اس کا علم ہے کہ علم الفلکیات کے حسابات اور آبزرویٹری کے آلات کی مدد سے مشاہدہ کرکے رؤیت کا اعلان نہیں کیا جاتا بلکہ مکہ کے کھلے افق پر چشم دید رؤیت کے بعد ہی باضابطہ اعلان کیا جاتا ہے" (ص۹۱)

پہلا سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا قمری مہینے کی ابتدا کے لئے ہلال کی رؤیت بصری (چشم دید رؤیت) ہی شرط ہے یا دوسرے ذریعہ (مثلاً فلکی حساب) سے بھی ہو سکتی ہے؟ میرے ناقص خیال میں نئے قمری مہینے کی ابتدا جاننے کے لئے۔ رؤیت بصری۔ ایک قدیم ذریعہ تھی اور اس وقت اس کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا اس لئے حضورؐ نے "صوموا لرؤیتہ" کا حکم فرمایا تھا۔ اس کے باوجود بعض صحابہ اور تابعین نے دیگر ذرائع اور آثار و قرائن سے کام لے کر رؤیت بصری نہ ہونے کے باوجود قمری مہینے کے شروع اور ختم ہونے کا قول کیا ہے۔ اور اب تو دوسرا یقینی اور قابل اعتماد ذریعہ (فلکی حساب) حاصل ہو گیا ہے اس لئے اس سے کام لینے میں کوئی دینی قباحت نہیں ہے۔ اگر مکہ والے علم الفلکیات کے حسابات اور آبزرویٹری کے آلات کی مدد سے ثبوت ہلال ہو جانے کے باوجود اسے تسلیم نہیں کرتے اور مکہ کے کھلے افق پر چشم دید رؤیت ہی پر اصرار کرتے ہیں تو یہ قابل فخر بات نہیں ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا کسی قمری مہینے کی ابتدا کے لئے دنیا کے ہر ملک میں ثبوت ہلال ضروری ہے یا کسی ایک میں ثبوت ہو جانے پر دنیا کے بقیہ ممالک میں بھی نئے قمری مہینے کا آغاز ہو جائے گا!

اس بارے میں شروع ہی سے ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے مگر زیادہ تر فقہاء کا موقف یہی ہے کہ اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا یعنی کسی ایک مطلع میں ثبوت ہلال ہو جانا کافی ہے اور اس میں عرب و عجم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ یعنی عرب کے ثبوت ہلال کو عجم والوں اور عجم کے ثبوت ہلال کو عرب والوں کو ماننا چاہیئے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے صرف مکہ کے کھلے افق پر چشم دید رؤیت کا ماننا شرط نہیں ہے۔ اگر چاند مکہ میں نظر نہ آئے مگر مکہ سے مغرب میں واقع ملک سینیگال کے مسلمانوں کا جم غفیر رؤیت کی شہادت دے تو اس رؤیت کا اعتبار کرنا مکہ والوں پر کیوں نہ لازم قرار دیا جائے؟ اور سینیگال میں رؤیت ہو جانے کے باوجود سینیگال والوں کا نیا قمری مہینہ اس وقت تک کیوں موقوف رہیگا جب تک دوسرے دن مکہ میں رؤیت نہ ہو جائے۔ قرآن و حدیث میں اس

کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

ج۔ محترم ڈاکٹر قادری صاحب، دامت برکاتہم نے عید الفطر کو مقامی اہمیت کی حامل اور عید الاضحیٰ کو عالمگیر نوعیت کی حامل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے۔

"رمضان سے متعلق قرآن کا حکم بالکل غیر مبہم و واضح ہے۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ اس نص صریح کے ساتھ رمضان سے متعلق حدیث کا بیان بھی بالکل واضح ہے۔

"صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ الخ" رمضان کے سلسلہ میں آیت محکم موجود ہے اور حدیث اس کی مبیّن ہے لہٰذا اس مسئلہ میں قطعی طور پر دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ ماہ صیام اور عید الفطر دونوں ہی مقامی رؤیت ہلال پر موقوف ہیں۔" (ص۔۔)

قرآن اور حدیث نے رمضان کے روزے رکھنے اور یکم شوال کو عید الفطر منانے کے احکام کسی ایک ملک، شہر یا مطلع کے رہنے والے مسلمانوں کو نہیں دیئے ہیں بلکہ یہ احکام پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے عام ہیں اس لئے صوم رمضان اور عید الفطر کو مقامی اہمیت کی حامل قرار دینے کی وجہ راقم کی سمجھ میں نہیں آئی اور غالباً یہ بات بھی مسلم نہیں ہے کہ ماہ صیام اور عید الفطر دونوں ہی قرآن و حدیث سے منصوص طریقے پر مقامی رؤیت ہلال پر موقوف ہیں۔ کیونکہ آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ" میں "شَهِدَ" کے معنی ہیں ماہ صیام کو پانا یا اس میں موجود اور حاضر رہنا یا بقول روح المعانی ہلال رمضان کا علم ہو جانا۔ اس لئے غیر مقامی یا دوسرے ملک اور مطلع میں ہوئی رؤیت ہلال پر بھی روزے رکھے جائیں گے اور عید منائی جائے گی آیت میں "مِنْكُمْ" سے عدم تخصیص یعنی تعمیم ثابت ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس حدیث "صوموا لرویتہ" میں خطاب عام ہے۔ یعنی دنیا کے کسی حصہ کے مسلمان رؤیت ہلال کی شہادت دیدیں تو سارے مسلمانوں کا ماننا لازم ہے ہر ملک اور ہر مطلع میں رؤیت کی شرط نہیں اگر مقامی رؤیت ہلال پر رمضان اور عید الفطر کا موقوف ہونا نص صریح سے ثابت ہوتا تو پھر اس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف نہیں ہوتا جبکہ فقہاء کی بھاری تعداد اختلاف مطلع کا اعتبار نہیں کرتی ہے بلکہ ایک مطلع کی رؤیت کو دوسرے مطلع والوں کے لئے بھی رؤیت قرار دیتی ہے اس لئے اس حکم کے پابند اہل عرب اور اہل عجم سبھی ہیں۔ پھر رمضان اور عید الفطر کے عالمگیر ہونے میں کیا کمی رہ جاتی ہے۔

اس بات سے غالباً کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ بلا امتیاز و تفریق کے ہر ایک قمری مہینے کی ابتدا (خواہ وہ رمضان و شوال ہو، یا ذی الحجہ) ہلال سے ہوتی ہے اور ہلال ہی پر انتہا ہوتی ہے۔

کسی مخصوص مہینے (مثلاً ذی الحجہ) کی ابتدا کسی مخصوص مقام یا مطلع (مثلاً مکہ) کی رؤیت ہلال پر موقوف قرار دینا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ایسا کرنا جبکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے،

راقم الحروف کے ناقص خیال میں قرآن وحدیث میں اضافہ وزیادتی اور دین میں خواہ مخواہ تنگی ودقت پیدا کرنے کے مترادف ہوگا۔

د۔ فاضل مقالہ نگار کی خواہش اور مقصد یہ ہے کہ ساری دنیا یا کم ازکم دنیا کے معتدبہ حصے کے مسلمان عیدالاضحیٰ اور ایام تشریق وغیرہ منانے میں وحدت ویکسانیت کا مظاہرہ کریں یعنی ہر جگہ ایک ہی تاریخ اور دن میں عیدالاضحیٰ منائی جائے۔

بلاشبہ یہ بہت ہی نیک خواہش ہے اور توحید پرستی کے نتیجہ میں جس مسلمان کا دین اجتماعیت پسند ہوگیا ہے وہ یقیناً اس وحدت ویکسانیت کی خواہش کرے گا اس کے لئے جو صورت بھی ممکن اور شرعی لحاظ سے درست ہو وہ ضرور نکالی جانی چاہیئے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"موضوع زیر بحث فی الحقیقت ایک فقہی مسئلہ ہے اس سے متعلقہ مباحث جدید علوم سے تعلق رکھتے ہیں ان جدید علوم میں علم الفلکیات وجغرافیہ بھی ہیں اور طبعیات وریاضی بھی ہیں۔ پھر ان علوم کے نظریاتی مباحث کے ساتھ عصری میکانیت کے انتہائی ترقی یافتہ آلات وظروف بھی ہیں جو تصورات کی صورت گری میں ناگزیر عنصر کی اہمیت کے حامل ہیں۔ عہد حاضر کی میکانی دنیا میں جو محیر العقول اختراعات وایجادات ہورہی ہیں اور ان کے اثرات سے ذرائع حمل ونقل اور وسائل رسل ورسائل میں جو انقلابی تغیرات رونما ہوچکے ہیں ان میں واقعۃً زمان ومکان کے ہمارے قدیم تصورات میں بہت بڑی تبدیلی آچکی ہے ان جدید تغیرات سے ہمارے قدیم فقہی احکام ومسائل بھی متاثر ہورہے ہیں اور ان پر غور وفکر کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے یوں بھی ہمارے فقہی احکام زمان ومکان کے اسباب وعلل پر مبنی ہوتے ہیں اور جب ان میں تغیرات واقع ہوں تو ان سے متعلقہ احکام میں بھی تغیر رونما ہوتے ہیں چنانچہ "مجلہ عدلیہ عثمانیہ ..... میں ہے" لاینکر تغیر الاحکام بتغیر الزمان اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ زمانہ کے تغیرات سے احکام میں بھی تغیرات رونما ہوتے ہیں ..... فقہ اسلامی کا یہ بنیادی اصول ابتدا ہی سے اسلامی قانون کی ترقی وتوسیع کا ذریعہ بنا رہا۔ فقہ اسلامی کا چودہ سو سالہ ارتقاء درحقیقت اسی اصول کا رہین منت ہے اور اس کا آئینہ دار بھی ہے سچ پوچھئے تو اسلامی نظام حیات کی دائمیت کا ضامن بھی یہی اصول ہے۔ اسلام کا منشا یہی ہے کہ زمانہ کی رَو کو اسلامی مزاج کے ہم آہنگ رکھا جائے اور تہذیب وتمدن کے ارتقاء کو ملت اسلامیہ کی ترقی کے لئے سازگار بنائے رکھا جائے تاکہ وہ امت وسط

کی حیثیت سے حالات کی مساعدت سے استفادہ کرتے ہوئے دنیا میں خیر الامم کا رول ادا کر سکے ہمارا موضوع تحقیق ایام حج کے منصوص احکام کا تعمیلی پہلو ہے یہ عمل محدود دائرہ میں اب بھی رائج ہے اور ابتدائے اسلام سے چلا آرہا ہے۔ اس کا نفس موضوع اس عمل یا اتباع کے دائرے کو وسعت دینا اور ممکن ہو تو عالمگیر بنانا ہے وہ اس طرح کہ حج کی عبادت کو قرآن نے جن "ایام معدودہ میں محدود و مقید کر دیا ہے انہی ایام کی تاریخ کی متابعت و موافقت میں سارے عالم کے مسلمان عید اور ایام تشریق کے دن منائیں" (صفحہ ۹)

اوپر راقم الحروف عرض کر چکا ہے کہ چودہ سو سال پہلے چونکہ قمری مہینے کی ابتداء و انتہا معلوم کرنے کیلئے صرف ایک حسی ذریعہ رؤیت ہلال کے سوا دوسرا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور اہل عرب فلکی حساب و کتاب سے ناواقف اور لاعلم تھے اس لئے حضورؐ نے "صوموا لرؤیتہ" کا حکم دیا تھا مگر اب ایک دوسرا ذریعہ فلکی حساب ہمارے دسترس میں ہے اور لاعلمیت اور ناواقفیت کی علت بھی ختم ہو چکی ہے اس لئے جدید ذریعہ سے کام لے کر برسوں پہلے قمری مہینے کی تعیین کی جاسکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضورؐ ہی کا ارشاد گرامی ہے: "ماکان من امر دینکم فالی وماکان من امر دنیاکم فانتم اعلم بہ" یعنی تم اپنے دینی امور میں میری طرف رجوع کرو اور اپنے دنیاوی امور کو تم خود زیادہ جاننے والے ہو" (اس لئے اس میں میری طرف رجوع کرنے کی بجائے اپنے علم کی طرف رجوع کرو)

ارض و قمر کی حرکت و گردش ہو یا اس کے مدار اور مقدار رفتار اور اس کے نتیجہ میں شمس و قمر کا طلوع و غروب سب ہمارے دنیاوی امور ہیں جن کے نتیجہ میں دن رات، صبح و شام اور ماہ و سال بنتے ہیں اور اس کی صحیح جانکاری ہم کو حاصل ہے اس لئے اب اسی سے کام لیا جائے اور اس پر اعتماد کیا جائے تاکہ قمری تاریخ میں ہر سال واقع ہونے والا اختلاف ختم ہو جائے اور اس میں وحدت و یکسانیت پیدا ہو سکے اس سلسلہ میں مفتی اشرف سعودی صاحب مدیر "سلسبیل" بنگلور نے بڑی اچھی اور معقول بات کہی ہے کہ

"کیا یوم عید بھی یوم قیامت ہے کہ اس کی آمد بھی پردۂ غیب میں ہو؟ کیا ماہ رمضان کا روز اول بھی روز حشر ہے کہ اس کا برپا ہونا بھی ایک راز نہفتہ بن جائے؟ کیا ہر قمری مہینے کی ساعت اولیں کو اس کائنات کی ساعت آخری کے مماثل سمجھا جائے گا کہ نہ معلوم کب آئے؟ مختصر یہ کہ کیا قمر اور قمریات کا اندراج، مکنونات و مخفیات کی اسی فہرست میں ہے جس کا انکشاف کبھی انسان کے سامنے نہیں ہو سکتا؟ کیا ان رازہائے خمسہ کے ساتھ مسئلہ ہلال کو چھٹے راز کی حیثیت سے شامل کرنے کا، اس خمس کو سدس قرار دینے کا اور پوری انسانیت کو ششدر بنائے رکھنے کا عمل قانونی شریعت سے سند جواز حاصل کر سکتا ہے؟

ہمیں نہیں معلوم کہ اس کا جواب اثبات میں دینا کیسے ممکن ہوگا؟...... تو کیا ان عملی دشواریوں اور دقتوں کا حل یہ نہیں ہو سکتا کہ علم ہیئت کو قول فیصل کی حیثیت دیکر ایک قمری کیلنڈر تیار کر لیا جائے؟" (سلسبیل نگور جنوری ۱۹۸۲ء)

غرض یہ کہ ایام رمضان، یوم الفطر، عید الضحیٰ اور ایام تشریق میں وحدت و یکسانیت لانے کے لئے فلکی حساب پر اعتماد کرنا اور بے شمار مطالع کے اعتبار کرنے کی بجائے پوری دنیا کے لئے صرف دو مطلع قرار دینا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ کسی مخصوص مہینے کی ابتدا کو کسی مخصوص ملک یا مقام کی رؤیت پر موقوف نہ کیا جائے اور ایسا کرنا شرعاً درست بھی نہیں ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ کسی قمری مہینے کے شروع ہونے پر بالترتیب پہلی پھر دوسری پھر تیسری تاریخیں آتی ہیں مطلب یہ کہ پہلی تاریخ میں وحدت و یکسانیت پیدا ہو جانے پر یوم العرفہ، یوم الضحیٰ، اور ایام تشریق میں بھی یقینی اور لازمی وحدت و یکسانیت پیدا ہو ہی جائے گی۔ یعنی "ایام معدودہ" کے اتباع کا دائرہ وسیع تر اور عالمگیر بن جائے گا اور اس کے لئے کسی بھی ملک کو کسی دوسرے ملک کی متابعت میں مقامی تاریخ کو ترک کرنے کی نوبت نہیں آئے گی اسی لئے کہ تاریخ ہی مقامی کے بجائے عالمگیر اور بین الاقوامی بن جائے گی۔

۵: محترم ڈاکٹر قادری صاحب نے فرمایا ہے۔

"غالب گمان یہی ہے کہ فقہائے سلف نے۔ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" پر مبنی فقہ کے اصول تیسیر کی روشنی میں دور دراز ممالک کے مسلمانوں کو اس عہد کے حالات کے پیش نظر یہ فقہی حکم دے دیا ہوگا کہ وہ امّ القریٰ کی رؤیت اور ایام معدودات سے لاعلمی کی بنا پر مقامی رؤیت کے حساب سے ذوالحجہ کی ۱۰ تاریخ کو عید منا لیا کریں اور اسی اعتبار سے ایام تشریق کی تعیین بھی کرلیں۔ اس زمانہ میں اس کے سوا کوئی متبادل صورت تھی ہی نہیں اور ان حالات کے اعتبار سے یہ اجتہاد درست ہی تھا استصحاب الحال کی رو سے یہ حکم اس وقت تک درست ہی رہے گا جب تک کہ اس کے خلاف تبدیل شدہ حالات کا مکمل ثبوت فراہم نہ ہو جائے مگر فقہی اعتبار سے یہ بات بھی درست ہے کہ کسی قدیم فقہی حکم کے خلاف زمانہ کے تغیرات اور حالات میں تبدیلی کی شہادتیں ثابت ہو جائیں تو وہ حکم منسوخ متصور ہوتا ہے اور اس قانون کی تدوین جدید کی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔ موضوع زیر بحث بھی کچھ ایسے ہی مرحلہ میں پہنچ چکا ہے" (صفحہ)

مذکورہ بالا اقتباس میں پیش کردہ باتیں بالکل صحیح ہیں مگر صرف دور دراز ممالک کے مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ خود ام القریٰ کے باشندوں کو بھی اسی اصول تیسیر کی روشنی میں مقامی رؤیت کے حساب سے روزۂ رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق وغیرہ منانے کا حکم دیدیا ہوگا۔ مگر اب ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ مقامی رؤیت پر ہی انحصار نہ کرکے دیگر ممالک کی رؤیت کو مان کر "ایام معدودات"

کی تعیین کریں اسی میں وحدت ویکسانیت زیادہ ہوگی۔

ایام معلومات ومعدودات کی تحدید وتعیین یا قمری مہینوں کی ابتدا وانتہا کا تعلق زمین اور چاند کی گردش اور مقررہ رفتار سے ہے۔ چاند اپنے مدار پر روزانہ ۱۳ ڈگری کا زاویہ طے کرتے ہوئے مکہ سمیت پورے کرۂ ارضی کے اطراف گھومتا ہے۔ اسی طرح زمین تمام ممالک اور شہر یعنی ام القریٰ سمیت اپنی محوری اور مداری گردش میں ہے اس لئے ام القریٰ کو اس معاملہ میں یعنی ماہ وسال اور لیل ونہار کے شروع اور ختم ہونے کے عام قوانین واحکام میں دنیا کے دیگر ممالک سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ چاند اور سورج کے طلوع وغروب کا ام القریٰ سے کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے یہ اور بات ہے کہ وہ حج کا محل وقوع ہے مگر کرۂ ارضی سے جدا نہیں ہے۔

دو مقالہ زیر بحث میں جگہ جگہ نہ صرف مکہ کے یوم الاضحیٰ اور ایام تشریق میں ساری دنیا کی موافقت کی بات کہی گئی ہے بلکہ مکہ کے وقت نماز (عید الاضحیٰ) کی متابعت اور موافقت پر بھی زور ڈالا گیا ہے مثلاً

"چونکہ یہ ایام فی نفسہ پر عظمت ہیں اور ان کی عظمت صرف حجاج ہی تک محدود نہیں بلکہ عید الاضحیٰ کی شکل میں تعمیم کے ساتھ سارے عالم کے مسلمانوں کے لئے انہی ایام میں قابل تعظیم وتکریم ہیں، اس لئے ہم قارئین کی توجہ صرف اس امر پر مرکوز کرانا چاہتے ہیں کہ عید اضحیٰ کے سلسلہ میں ام القریٰ کو مرکز بنا کر ہم اپنی عید کی عبادت حتی الامکان انہی ایام کی متابعت میں منانے کی کوشش کریں جبکہ وہ منیٰ اور مکہ میں منائے جارہے ہوں۔" (ص۹۹)

"اس سلسلہ میں یہ نکتہ بھی فقہی اہمیت کا حامل ہے کہ عصری ذرائع ابلاغ دور حاضر میں کسی خاص طبقہ تک محدود نہیں ہیں بلکہ عام آدمی کی رسائی میں ہیں۔ . . . تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ امر واجب ہوگیا ہے کہ وہ ام القریٰ کے معیاری وقت سے اپنے اپنے ملک کے ایام واوقات میں توافق وتطابق پیدا کرکے اس بات کی پابندی کریں کہ عرفہ کا مسنون روزہ اسی مناسبت سے رکھیں جبکہ عرفات میں حج کے لئے حجاج کا اجتماع ہو اور عید اضحیٰ اسی مناسبت سے منائیں جبکہ منیٰ میں یوم النحر ہو اور اسی اعتبار سے اپنے ایام تشریق بھی مقرر کریں۔" (ص۹۶)

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ام القریٰ کے مشرق بعید ومغرب بعید کے باشندے بھی مکہ کے اوقات سے توافق پیدا کرکے ایام معدودات ہی کی مناسبت سے اپنے اپنے مقام پر عید کی عبادات کریں اور مقامی رؤیت کی ۹ر اور ۱۰ر تاریخوں کو ترک کرکے مکہ کی رؤیت کے مطابق اس عید اور ان ایام معدودات

کی حد تک اپنے آپ کو ڈھال لیں"۔ (ص۶۴)

"ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیگر ممالک کے لوگ جو یوم النحر ہی میں عید منا رہے ہیں کیا وہ مکہ میں نماز عید ہونے سے پہلے ہی اپنے اپنے ملک میں عید کی نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اگر وقت میں کافی گنجائش ہونے کے باوجود وہ ایسا کر گذریں تو کیا ہوگا اور اگر تنگی وقت کے باعث انہیں مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو کیا فتویٰ ہوگا؟" (ص۶۶)

جہاں تک تاریخ اور دن کا تعلق ہے راقم الحروف کو اس خیال سے مکمل اتفاق ہے کہ ۱۰ ہی ذی الحجہ کے دن ساری دنیا میں عید اضحیٰ منائی جائے اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ یکم شوال کو عید الفطر منانا اور ۱۰ ذی الحجہ کو عید اضحیٰ منانا فقہ اسلامی کا متفق علیہ حکم ہے۔ اس لئے اگر ساری دنیا کے مسلمان ایک ہی دن عید الفطر اور ایک ہی دن عید اضحیٰ منانے میں وحدت و یکسانیت کا مظاہرہ کریں تو اس سے اچھی کون سی بات ہوگی! مختلف ملکوں اور علاقوں میں یکے بعد دیگرے تین دنوں قسط وار عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں ادا کرنے میں جو بدنمائی ہوا کرتی ہے وہ بے حد افسوسناک بلکہ شرمناک ہے۔ اس کے خاتمہ کی صورت راقم الحروف کے ناقص خیال میں یہی ہے کہ شمسی تاریخ کی طرح پوری دنیا کے لئے قمری تاریخ بھی یکساں ہو اور یہ اسی وقت ہوگا جبکہ قمری مہینے کی تعیین کے لئے کسی بھی ملک کی چشم دید رؤیت ہلال کی بجائے فلکی حساب کو ذریعہ بنایا جائے اور کرۂ ارضی کو صرف دو مطلعوں میں تقسیم کیا جائے۔

رہ گیا نماز عید اضحیٰ کے وقت میں پوری دنیا کی موافقت و مطابقت کا سوال تو یہ غیر ضروری بھی ہے اور جب تک زمین گول رہے گی اس وقت تک ناممکن بھی۔ اس لئے روزے کی ابتدا و انتہا یا امساک و افطار اور پنجگانہ و جمعہ کی نمازوں کی طرح عید اضحیٰ کی نماز بھی ہر ملک میں اپنے اپنے مقامی وقت کے مطابق ادا ہوگی۔ نہ توام القریٰ ٹائم کی متابعت دوسرے ملک کے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اور نہ ہی اس کے برعکس۔ کیونکہ اس کا تعلق سورج کے طلوع و غروب سے ہے نہ کہ چاند سے۔

ز۔ مقالہ نگار فرماتے ہیں:

"ایک عالمی قمری تقویم بھی زمانہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے صدیوں کے جمود و سکوت کے بعد مسلم ماہرین فلکیات کی فکر اس سلسلہ میں متحرک ہو چکی ہے۔ بین الاقوامی مذاکرات کی خوش آیند روئیدادوں سے مسلمانوں کی رجائیت کو تقویت حاصل ہو رہی ہے اور دنیائے اسلام اس سلسلہ میں پرامید ہے کہ مستقبل قریب میں ہجری کیلنڈر کی تقویم جدید، رویت ہلال کے نئے اصول اور مطلع

کے تعین سے متعلق عصری انداز پر یہ تحقیقاتی کام پایۂ تکمیل کو پہونچ جائیں گے۔" (ص۴۲)

"یہ بات عالم اسلام کے لئے بڑی طمانیت بخش ہے کہ علم الفلکیات کے بعض ماہرین پوری یکسوئی کے ساتھ رؤیت ہلال کے مسائل اور قمری کیلنڈر کی تقویم جدید کی تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں البیرونی کے بعد سے جو جمود پیدا ہو گیا تھا وہ ہزار سالہ جمود ان باہمت اسٹرانامرز کی کاوشوں سے ٹوٹ جائے گا۔ ان کے نتائج فکر فقہ اسلامی کے لئے ایک بڑی دین ہوگی" (ص۴۷)

"مسلمان بھی گو دنیوی معاملات میں گریگورین کیلنڈر پر عمل کرتے ہیں لیکن جب دینی مسائل اور مذہبی معاملات کا سوال پیدا ہوتا ہے تو وہ شمسی کیلنڈر کو خیرباد کہہ کر قمری کیلنڈر سے رجوع کر لیتے ہیں کیونکہ اسلام نے اسی کیلنڈر کو بنیاد بنایا ہے اور اسلامی عبادات اسی کی روشنی میں انجام دی جاتی ہیں" (ص۴)

ماہ رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق سب قمری ماہ و تاریخ ہیں اور اسلام پندرہویں صدی ہجری میں داخل ہو چکا ہے۔ مگر افسوس کہ ابھی تک مسلمان دنیا کو یکساں عالمی قمری تقویم نہیں دے سکے ہیں۔ یہ خوش فہمی ہی لگتی ہے کہ مستقبل قریب میں ایسا کیلنڈر عصر حاضر کے فقہائے اسلام کی طرف سے دنیا کو مل جائے گا۔ کیونکہ ابھی تو فقہائے سلف کی آنکھ بند کر کے تقلید کرنا ہی اصلی دین اسلام ہے۔ اس سے ہٹ کر کسی امر دین کی تجدید کی بات کرنا فی الحال نفس دین ہی کی تجدید قرار پاتا ہے اور مردود ٹھہرتا ہے۔ جبکہ یکساں قمری کیلنڈر کی تیاری کا مسئلہ اجتہاد اور تجدید کا متقاضی ہے۔

خدا کرے محترم مقالہ نگار قادری صاحب کی امید جلد سے جلد پوری ہو یعنی البیرونی کے بعد سے پیدا ہونے والا "ہزار سالہ جمود" مجدد الف ثالث کے ظہور سے پہلے ہی ٹوٹ جائے۔

دینی مسائل کے سوال اٹھنے پر مسلمان شمسی کیلنڈر کو خیرباد کہہ کر جس قمری کیلنڈر کی طرف ابھی رجوع کرتے ہیں اس کا حال یہ ہے کہ ۱۹۸۷ء میں صرف ہندوستان کے مسلمانوں نے ۲۸، ۲۹، ۳۰ مئی جمعرات، جمعہ، سنیچر تین دنوں میں قسط وار نماز عید الفطر ادا کی۔ یعنی ۳۰ مئی کو ہندوستان میں قمری مہینے کی کہیں پہلی کہیں دوسری اور کہیں تیسری تاریخ تھی جبکہ ہر جگہ دن سنیچر ہی کا تھا۔ ایک دن میں تین تاریخیں۔ اسی قسم کی خرافات کا نام ابھی اسلامی کیلنڈر یا قمری تقویم ہے۔

قمری تقویم کی اس طرح مٹی پلید ہونے کی سب سے بڑی اور واحد وجہ یہ ہے کہ قمری تقویم کیلئے فلکی حساب کی بجائے اب بھی چشم دید رؤیت ہلال کو اساس قرار دیا جاتا ہے اور پوری دنیا کو دو مطلعوں میں

تقسیم کرنے کے بجائے ہر ملک اور صوبہ کو الگ اور مستقل مطلع قرار دیا جاتا ہے۔ اور ایک مطلع کے ثبوت ہلال کا دوسرے مطلع میں اعتبار نہیں کیا جاتا ہے۔

یہ ہے فاضل مقالہ نگار نے قمری کیلنڈر کے لئے تجویز پیش کی ہے کہ "موجودہ انٹرنیشنل ڈیٹ لائن (بین الاقوامی خط تاریخ) یعنی ۱۸۰ ڈگری طول البلد اور گرین وچ میریڈین کی بجائے ام القریٰ کو صفر ڈگری یا میریڈین اور موجودہ ۱۸۰ ڈگری طول البلد سے چالیس ڈگری پورب والے طول البلد یعنی موجودہ ۱۴۰ ڈگری طول البلد مغربی کو قمری خط تاریخ قرار دیا جائے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"جب شمسی ماہ و تاریخ اور مغرب کا تصور یوم ہی ہمارے دینی تصورات سے میل نہیں کھاتے تو پھر گرین وچ میریڈین اور بین الاقوامی خط تاریخ کو بھی ترک کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔ ہم اس طول البلد کو جو مکہ سے گذرتا ہے اپنا میریڈین قرار دیکر "ام القریٰ میریڈین" کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔۔۔ ام القریٰ ۱۸۰ ڈگری طول البلد پر مکہ سے بارہ گھنٹے کا فرق ہوگا۔۔۔۔ جب یہاں (مکہ میں) آفتاب غروب ہوگا تو وہاں طلوع ہوگا یہ خط موجودہ ڈیٹ لائن سے چالیس ڈگری مشرقی جانب ہٹ کر اس سرحد سے جائے گا جو الاسکا اور کینیڈا کے مابین خط فاصل ہے لیکن طول البلد کا یہ خط ۱۸۰ ڈگری قمری تقویم میں اپنی اہمیت کھو بیٹھے گا نہ اب یہاں سے یوم شروع ہوگا نہ تاریخ۔" (ص ۲۰۱-۲۰۷)

یقیناً شمسی ماہ و تاریخ اور مغربی تصور یوم ہمارے دینی تصورات سے میل نہیں کھاتے اس لئے قمری کیلنڈر کے لئے موجودہ میریڈین (گرین وچ لائن) اور بین الاقوامی خط تاریخ (۱۸۰ ڈگری طول البلد) کی بجائے الگ میریڈین اور خط تاریخ کی ضرورت ہے مگر ام القریٰ یا مکہ کو میریڈین اور موجودہ ۱۴۰ ڈگری طول البلد مغربی کو خط تاریخ قرار دینے سے قبل یہ غور کر لینا ہوگا کہ شمسی کیلنڈر کے بارہ مہینوں میں سے ہر مہینے کے دنوں کی تعداد متعین اور مقرر ہے کہ کون سا مہینہ ۲۸ کا ہے اور کون کون ۳۰/۳۱ کے ہیں! اسی طرح قدرتی طور پر زمین کی محوری گردش ہمیشہ ۲۴ گھنٹوں میں ہوا کرتی ہے (خط استوا پر) اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی رہتی ہے اس لئے زمین کو دو نصف کروں میں تقسیم کر کے ۳۶۰ مفروضہ خطوط طول البلد میں سے کسی ایک خط کو میریڈین اور وہاں سے ۱۲ گھنٹہ کے فاصلے والے طول البلد کو خط تاریخ قرار دیا جا سکتا ہے اس میں کوئی خلل اور گڑبڑی نہیں ہوگی جیسا کہ ابھی گرینوچ کو میریڈین اور اس سے ۱۲ گھنٹہ کے فاصلہ والے طول البلد کو خط تاریخ بنایا گیا ہے۔

اسی طرح یکساں عالمی قمری کیلنڈر کی تیاری کے لئے پہلے قمری مہینوں کے دنوں کی تعداد (فلکی حساب سے) متعین کرنی ہوگی کہ کون ۲۹/ اور کون ۳۰/ دنوں کا ہوگا اس کے بعد یہ معلوم کرنا ہوگا

کہ کیا ہلال ہر مہینہ کسی ایک ہی مقام طول البلد پر طلوع ہوا کرتا ہے یا مختلف مہینوں میں مختلف مقام پر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اس کے لئے ایک تو چشم دید رؤیت ہلال کی شرط سے دستبردار ہو کر فلکی حساب کو ماننا پڑے گا ورنہ اگر تمام رؤیت ہلال ہی پر جا کر موقوف رہی اور یوم الشک کا خاتمہ نہیں ہوا تو قمری کیلنڈر غیر تعمیری رہیگا۔

دوئم یہ کہ کرۂ ارض کو برابر برابر دو خطوط طول البلد کے ذریعہ دو حصوں یا منطقوں میں تقسیم کرنا ہوگا جس میں سے ایک میریڈین اور دوسرا خط تاریخ ہوگا۔

میریڈین وہی طول البلد ہو سکتا ہے جہاں فلکی حساب سے ثبوت ہلال ہونا متعین ہو یعنی اگر ۱۲ مہینے ثبوت ہلال صرف ام القریٰ ہی والے طول البلد میں ہوتا ہے تب تو ام القریٰ ہی کو دائمی اور مستقل میریڈین قرار دیا جائے اور اگر ۱۲ مہینے بارہ مختلف طول البلد میں ثبوت ہلال ہوتا ہے تب تو پھر صرف ایک میریڈین (ام القریٰ) کی بجائے سال بھر کے لئے الگ الگ بارہ میریڈین اور اس کے بالمقابل بارہ خطوط تاریخ متعین کرنے ہوں گے۔

میریڈین کے مشرقی طول البلد والے ممالک مقامی غروب آفتاب کے بعد ہی مہینہ اور تاریخ بدل لیا کریں گے یعنی میریڈین پر غروب آفتاب سے پیشتر جبکہ مغربی طول البلد والے ممالک کو پیشگی طور پر مہینہ اور تاریخ بدلنے کی ضرورت اور نوبت پیش نہیں آئے گی کیونکہ وہاں میریڈین پر غروب ہو چکنے کے بعد ہی غروب آفتاب ہوگا۔ مثلاً

فرض کیجئے کہ فلکی حساب سے اس سال رمضان کا چاند ۲۹ شعبان کو سینیگال میں ہونا متیقن ہے جو ابھی ۲۰ ڈگری طول البلد مغربی پر واقع ہے تو اس خط کو میریڈین قرار دیا جائے اور اس سے ۱۲ گھنٹہ تک کے فاصلے پر واقع یعنی موجودہ ۱۶۰ ڈگری طول البلد مشرقی تک کے ممالک ہم مطلع ہونے کے ناطے اپنے اپنے مقام پر آفتاب غروب ہونے کے بعد رمضان کی پہلی رات مان لیں اور مقامی وقت کے مطابق تراویح پڑھ لیا کریں جبکہ میریڈین میں ابھی آفتاب طلوع ہی ہوا ہوگا۔ کیونکہ میریڈین پر غروب آفتاب کے بعد فلکی حساب سے جو چاند رات شروع ہونے والی ہے اسی رات کی یہ ابتدا ہے اور میریڈین پر جب اس رات کا ابتدائی حصہ ہوگا تو یہاں آخری حصہ ہوگا مطلب یہ کہ چاند رات میں یہ سب شریک ہیں اور اس رات کے بعد آنے والا دن سب کے لئے رمضان کا پہلا دن ہے۔